اخوان المسلمون

حسن البنّا سے مصطفیٰ مشہور تک

ڈاکٹر عبید اللہ فہد فلاحی ○

آج عالم عرب میں عوامی بیداری' احیاے اسلام اور تنفیذ شریعت کی جو مہم زوروں پر ہے اور اسلام کی بالادستی و اقامت کی جو کش مکش عروج پر نظر آ رہی ہے وہ مصر میں ابتدائی طور سے تشکیل شدہ اور پھر شام' سوڈان' اردن' فلسطین' کویت' یمن اور شمالی افریقہ میں توسیع پذیر اسلامی تحریک الاخوان المسلمون کی عظیم الشان جدوجہد' بے پناہ قربانی و ایثار اور بے بدل رفاہی و فلاحی خدمات کا ثمرہ ہے۔ یہ تحریک مارچ ۱۹۲۸ میں مصر کے ایک قصبے اسماعیلیہ میں شیخ حسن البنّا (۱۹۰۶ـ۱۹۴۹) کی ولولہ انگیز قیادت میں قائم ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے مصری نوجوانوں کے دلوں کی دھڑکن بن گئی۔

الاخوان المسلمون کی تشکیل ایسے دور میں ہوئی جب کہ مصر میں وطنیت' قومیت' الحاد و زندقہ اور مغرب پرستی نے اپنے اثرات قائم کرنے کا آغاز کر دیا تھا اور روایتی اسلام اور تجدد کے مابین تصادم شروع ہو گیا تھا۔ ایک طرف شیخ علی عبدالرزاق [1] (۱۸۸۸ـ۱۹۶۶) کی کتاب **الاسلام واصول الحکم** نے اسلام کے سیاسی نظام اور اداروں پر شب خون مارا تھا اور خلافت کو سیاسی قوت سے بے دخل کر کے اسے مفلوج بنا دینے کی سازش کی تھی تو دوسری طرف ڈاکٹر طٰہٰ حسین [2] (۱۸۸۹ـ۱۹۷۱) نے **الشعر الجاهلی** لکھ کر خود قرآن پاک کے بارے میں شکوک و شبہات کا ماحول بنا دیا تھا۔ قاسم امین [3] (۱۸۶۳ـ۱۹۰۸) **تحریر المراۃ** اور **المراۃ الجدیدۃ** جیسی کتابوں کے ذریعے عرب خواتین کو اسلام سے بغاوت اور غداری پر اکسا رہے تھے۔ ان چہار طرفہ حملوں کے جواب میں اسلام پسندوں کا محاذ بڑا بودا' کمزور اور پھس پھسا ثابت ہو رہا تھا۔

○ ریڈر' شعبہ اسلامک اسٹڈیز' علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی' علی گڑھ' بھارت

سید جمال الدین افغانی [۴] (۱۸۳۸-۱۸۹۷)' مفتی محمد عبدہ [۵] (۱۸۴۹-۱۹۰۵) اور سید رشید رضا [۶] (۱۸۶۵-۱۹۳۵) کے بعد مصطفیٰ صادق الرافعی [۷] (۱۸۸۱-۱۹۳۷)' محمد فرید وجدی [۸] (۱۸۷۸-۱۹۵۴)' اور محب الدین الخطیب [۹] (۱۸۸۶-۱۹۶۹) جیسے اسلامی اصلاح کے علم برداروں کی آواز نقار خانے میں طوطی کی صدا سے زیادہ اہمیت نہ رکھتی تھی۔

امام حسن البناء شہیدؒ (۱۹۰۶-۱۹۴۹)

شیخ حسن البنا نے مصر کی بستی محمودیہ میں ایک علم دوست اور مذہبی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ ان کے والد شیخ احمد عبدالرحمٰن البنا (۱۹۶۰) کا پیشہ گھڑی سازی کا تھا مگر وہ حدیث و فقہ کے بڑے عالم تھے۔ انھوں نے امام احمد بن حنبلؒ کی مسند کو فقہی ابواب کے تحت مرتب کر کے مذکورہ احادیث پر تشریح و تحشیہ کا فریضہ بھی انجام دیا تھا۔ آپ کی تصانیف میں الفتح الربانی فی ترتیب مسند الامام احمد الشیبانی' بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی ' ابوداؤد طیالسیؒ کی مسند کی تشریح منحۃ المعبود اور امام شافعیؒ کی مسند اور سنن کی تبویب نو بدائع المسند ' وہ عظیم علمی خدمات ہیں جو بڑی بڑی اکیڈیمیاں وافر وسائل کی مدد سے بھی انجام نہیں دے پاتیں۔ سولہ سال کی عمر میں ہونہار حسن البنا نے قاہرہ کے دارالعلوم میں داخلہ لیا جہاں سے ۱۹۲۷ میں گریجویشن کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔ فراغت کے بعد وزارت تعلیم نے آپ کو اسماعیلیہ کے مدرسہ امیریہ میں مدرس مقرر کر دیا۔ ۱۹۳۳ میں وہ قاہرہ منتقل کیے گئے تو اخوان کا صدر دفتر بھی وہیں پہنچ گیا۔ ۱۹۴۶ میں وہ سرکاری ملازمت سے مستعفی ہو کر اخوان کی توسیع و استحکام کے لیے یکسو ہو گئے۔

حسن البنا تجدید و اصلاح کے داعی تھے۔ وہ اسلامی تہذیب کی بالاتری پر یقین محکم رکھتے اور اسلامی شریعت کو معاشرے میں نافذ دیکھنا چاہتے تھے۔ اسلام کے مکمل نظام کی اقامت اور طوفان الحاد و دہریت کا مکمل استیصال ان کا نصب العین تھا۔ انھوں نے طبع بلند' نگاہ پاک بین' جان بے تاب اور قلب پرسوز کا استعمال کر کے مصری معاشرے میں ہلچل مچا دی۔ ۱۹۳۳ سے ۱۹۳۹ کے مرحلے میں اخوان ایک ہمہ گیر نظریے اور جامع تحریک کے قالب میں ابھری۔ بڑی خاموشی سے مسجدوں میں وعظ و تذکیر کی محفلیں برپا ہوئیں' قصبوں اور شہروں کے دورے ہوئے' شاخوں کا قیام عمل میں آیا اور نوجوان مردوں اور عورتوں کو اسلامی تہذیب کی مکمل پیروی کی دعوت دی گئی۔ دوسرا مرحلہ ۱۹۳۹ سے ۱۹۴۵ پر محیط ہے۔ اس میں اخوان نے برملا سیاسی میدان میں قدم رکھا اور ایک مضبوط عوامی طاقت بن کر وہ منصہ شہود پر آئے اور حکومت وقت کی نظروں میں کھٹکنے لگے اور جبر و تشدد کا نشانہ بنے۔ اس مرحلے میں فواد الاول یونی ورسٹی اور الازہر یونی ورسٹی کے طلبہ و اساتذہ اور دوسرے پیشوں سے تعلق رکھنے والے تاجر' صنعت کار' انجینئر' ڈاکٹر' وکیل غرضیکہ ہر طبقے کے لوگ تحریک میں جوق در جوق داخل ہوئے۔ اخوان نے سماجی اور اقتصادی

پروگراموں میں توسیع کی، ثقافتی اور جسمانی تربیت کا اہتمام کیا اور نہایت منظم اور منصوبہ بند طریقے سے پورے ملک میں آزادی اور اسلام کا غلغلہ بلند کیا۔ انگریزوں نے اخوان کے بڑھتے ہوئے اثرات پر بندش لگانے کا فیصلہ کیا اور حسین سری پاشا کی حکومت پر دباؤ ڈالا۔ نتیجے کے طور پر اخوان کے آرگن ہفتہ وار التعارف، الشعاع اور ماہنامہ المنار پر پابندی لگا دی گئی۔ ان کا پریس مقفل کر دیا گیا اور امام حسن البنا کو قاہرہ سے قنا اور ان کے نائب احمد السکری کو دمیاط بھیج دیا گیا۔ پھر مصری پارلیمنٹ کے احتجاج پر انھیں واپس آنے کی اجازت مل گئی مگر امام کو اور اخوان کے جنرل سیکرٹری کو گرفتار کر لیا گیا۔ اخوانی حلقوں کے شدید احتجاج کو دیکھتے ہوئے حکومت نے انھیں جلد ہی رہا کر دیا (خلیل احمد حامدی، اخوان المسلمون، تاریخ، دعوت، خدمات، ص ۴۳-۴۴)۔

امام حسن البنّا کی قیادت میں اخوان کا تیسرا مرحلہ ۱۹۴۵ سے ۱۹۴۸ پر مشتمل ہے جس میں تحریک اپنے پورے عروج پر پہنچی اور مصر سے باہر عالم عرب میں اپنی شاخیں قائم کیں۔ ۵ مئی ۱۹۴۶ کو الاخوان المسلمون کے نام سے پہلی بار تحریک نے ایک روزنامہ بھی جاری کیا جس نے استعماری حلقوں میں تہلکہ برپا کر دیا۔ اس مرحلے میں اخوان نے معاشی کمپنیوں کا جال پورے ملک میں پھیلا دیا۔ انگریزوں کے مکمل انخلا کا مطالبہ ہوا اور ان سے براہ راست تصادم ہوا۔ ۱۵ مئی ۱۹۴۸ کو عرب لیگ کے زیر اہتمام فلسطین میں عرب فوجیں اتریں اور یہودیوں کے خلاف جہاد شروع ہو گیا۔ اخوانی رضاکاروں نے اس جنگ میں شجاعت و بہادری اور فداکاری کی وہ روشن مثالیں قائم کیں کہ امریکہ و برطانیہ کا یہودی پریس بلبلا اٹھا۔ وزیراعظم نقراشی پاشا نے اپنے غیر ملکی آقاؤں کے دباؤ میں ۸ دسمبر ۱۹۴۸ کو مارشل لا آرڈی نینس نمبر ۶۳ کے ذریعے اخوان کو خلاف قانون قرار دے دیا اور پورے ملک میں دار و گیر اور جبر و تشدد کا بازار گرم کر دیا۔ وہ خود ایک نوجوان کی گولی کا نشانہ بن گیا۔ نئے وزیراعظم عبدالہادی پاشا کے دور میں اخوان کے ہزاروں کارکن گرفتار کر لیے گئے اور امام حسن البنّا کو ۱۲ فروری ۱۹۴۹ کو خفیہ پولیس نے شبان المسلمین کے دفتر کے سامنے سربازار شہید کر دیا (انور الجندی، حسن البنا الداعیۃ، الام، المجدد (حسن البنا شہید)، ترجمہ محمد سمیع اختر، ص ۳۱۸)۔

شیخ حسن بن اسماعیل الہضیبی (۱۸۹۱ - ۱۹۷۲)

امام حسن البنّا کی شہادت کے ساتھ اخوان کے ہزاروں کارکن ڈیڑھ سال تک قید و بند کی سختیاں اٹھاتے رہے۔ اس کے بعد ۱۹۵۱ میں وفد پارٹی برسراقتدار آئی تو انھیں رہائی نصیب ہوئی۔ چنانچہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۱ کو اخوان نے شیخ حسن بن اسماعیل الہضیبی کو اپنا دوسرا مرشد عام منتخب کیا۔[10] شیخ الہضیبی عربی و اسلامی علوم کے ساتھ جدید تعلیم کے رمز آشنا اور ماہر تھے۔ انھوں نے ۱۹۱۵ میں مصری کالج سے قانون کی ڈگری

حاصل کی تھی۔ مارچ ۱۹۲۴ تک وہ وکالت بھی کر چکے تھے۔ اس کے بعد انھوں نے ۲۷ سالوں تک جج کے فرائض بھی انجام دیے۔ وہ عدالت عالیہ کے قانونی مشیر بھی رہے۔ انھیں شیخ حسن البنا کی شہادت کے بعد اخوان کا سربراہ بنایا گیا تو ان کی عمر ساٹھ سال تھی۔

شیخ ہضیبی نے قیادت کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد شاہ فاروق اور جمال عبدالناصر (۱۹۱۸-۱۹۷۰) دونوں کے دور میں کوشش کی کہ اخوان تمام قوانین و ضوابط کی پوری پابندی کریں اور حکومت سے کوئی تصادم مول نہ لیں۔ فروری ۱۹۵۰ سے اکتوبر ۱۹۵۱ تک وفد پارٹی نے مصطفیٰ کمال پاشا کی وزارت عظمیٰ میں ملک کی باگ ڈور سنبھالی۔ اس عرصے میں اس نے برطانیہ سے ۱۹۳۶ میں کیے گئے اس معاہدے کی تنسیخ کا اعلان کیا جس کی رو سے 'مصر' برطانیہ کی فوجی چھاؤنی بنا ہوا تھا اور سویز پر برطانیہ اور فرانس نے مشترکہ اجارہ داری قائم کر رکھی تھی۔ اخوان نے اس اعلان کا زبردست خیر مقدم کیا اور اس گوریلا فوج میں شامل ہو گئے جس نے سویز کے علاقے میں آزادی کی جنگ لڑی۔ اخوان اور مصری حکومت کے درمیان یہ تعاون اچھے اثرات پر منتج ہوا اور طرفین کے درمیان شکوک و شبہات کے بادل کم ہوئے۔

۲۳ جولائی ۱۹۵۲ کو مصر میں شاہ فاروق کا تختہ الٹ کر گیارہ افسروں کی خفیہ فوجی تنظیم نے جو آزاد افسروں کی سوسائٹی کہلاتی تھی' انقلاب برپا کر دیا اور بادشاہت کو ختم کر کے مصر کو جمہوریہ قرار دیا۔ ۷ ستمبر کو نئے کمانڈر انچیف جنرل نجیب وزیراعظم مقرر ہوئے جنھیں جمال عبدالناصر (۱۹۱۸-۱۹۷۰) نے ۱۸ اپریل ۱۹۵۴ کو برطرف کر کے خود وزارت عظمیٰ کا عہدہ سنبھال لیا اور انھیں صدر مملکت بنا دیا۔ پھر ۱۴ نومبر ۱۹۵۴ کو جنرل نجیب کو صدارت کے عہدے سے بھی ہٹا دیا اور اس طرح پورے ملک کے مالک و مختار بن گئے۔ ناصر آمریت کے دلدادہ اور عوامی شراکت کے خلاف تھے۔ وہ ملک میں جمہوریت اور سیاسی اصطلاحات کے دشمن تھے۔ بس یہیں سے اخوان ان کی نگاہوں میں خار بن کر کھٹکنے لگے۔

شیخ الہضیبی نے قائد اخوان کی حیثیت سے پوری کوشش کی کہ تحریک اسلامی جبرو تشدد اور ہنگامہ دار و گیر سے محفوظ رہے۔ اس سلسلے میں انھیں اخوانی نوجوانوں کے ایک انتہا پسند گروہ کی سخت مخالفت کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ انھوں نے قرآن وسنت سے دلائل فراہم کیے کہ ہمارا فریضہ دعوت و اصلاح کی ان تھک کوشش کرنا ہے۔ افراد و اقوام کو زبردستی اور قوت کے استعمال کے ذریعے راہ راست پر لانا ہماری ذمہ داری نہیں ہے۔ نیز غیر اسلامی معاشرے میں رہنے والے مسلمان اپنی نیت اور عمل کے مطابق اللہ کے سامنے جواب دہ ہیں۔ ان کے خلاف تکفیر و تفسیق ہمارے دائرہ کار سے باہر ہے۔ قوت کے استعمال پر آمادہ ان نوجوانوں کی تفہیم کے لیے آپ نے معروف زمانہ کتاب تصنیف کی۔ دعاۃٌ لا قُضاۃٌ (ہم داعی ہیں مفتی نہیں)۔ کتاب کے مقدمے میں ناشر نے وضاحت کی ہے کہ:

اخوان دار و گیر اور قید و بند کے جاں گسل مراحل سے گزرے۔ اس کے ردعمل میں بعض لوگوں نے (مخالف اخوان) مسلمانوں کی تکفیر کا نعرہ دیا اور ان کے اسلام و ایمان کے بارے میں شکوک پیدا کر دیے۔ اخوان نے جیلوں کے مصائب و شدائد کے باوجود اس غلط فہمی کو رفع کرنے اور اس نکتہ نظر کو تبدیل کرنے کی فوری کوشش کی اور یہ اقدام کسی خوف یا ترغیب کی خاطر نہیں بلکہ محض اللہ کی رضاجوئی کے لیے کیا گیا۔ اس وقت ان کے مرشد عام' استاذ حسن اسماعیل الہضیبی رحمتہ اللہ علیہ نے اس دعوے کی تردید میں اپنا جامع و مانع کلمہ بلند کیا جس نے اخوان المسلمون کے طریق راہ کا تعین کر دیا' ان کے منہاج عمل کی صراحت کر دی اور ان کے نصب العین کو متعین اور مشخص کر دیا کہ "ہم داعی ہیں' مفتی نہیں ہیں"۔

بہ ظاہر اس فتنے کا سدباب ہو گیا تھا مگر دشمنان حق کہاں سپر ڈالنے والے تھے۔ وہ خالص اسلامی تحریکوں کی تصویر مسخ کرنے کے لیے اپنے ناپاک ارادوں سے کیسے دست بردار ہو سکتے تھے حالانکہ انھوں نے بچشم خود دیکھ لیا تھا کہ عوام دعوت اسلامی کے لیے سراپا انتظار ہیں۔ انھیں یقین تھا کہ امت مسلمہ کے ذوق و وجدان پر غیر اسلامی تحریکوں کا کھوٹ اور مصنوعی ملمع سازی بے نقاب ہو چکی ہے اور وہ پورے اخلاص' یکسوئی اور جذبے کے ساتھ اپنے رب کی طرف پلٹنے اور شریعت اسلامی کو دستور و قانون اور زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط اخلاقی و سیاسی اور اقتصادی و معاشرتی نظام کے طور پر اپنانے کے لیے آمادہ ہے۔ یکایک ہم نے اخبارات میں جماعۃ الھجرۃ "کی مسلسل گونج سنی جو ان افکار و عقائد کے بارے میں انتہاپسندی' جذباتیت اور اشتعال کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ کینہ پروری اور مکاری کی ایک نئی چال ہو تاکہ عوام الناس واعیان دین سے وحشت زدہ اور متنفر ہوں (حسن اسماعیل الہضیبی' دُعاۃٌ لاقضاۃٌ ابحاث فی العقیدۃ الاسلامیہ ومنہج الدعوۃ الی اللّٰہ ' دار الطباعۃ والنشر الاسلامیہ' قاہرہ' ۱۹۷۷' ص ۵-۶)۔

فکر اسلامی میں سرایت کرنے والی انتہاپسندی اور تشدد کا شیخ حسین الہضیبی نے بروقت نوٹس لیا اور ان تمام عقائد و افکار سے بحث کر کے قرآن و سنت اور علما اہل سنت کے دلائل کی روشنی میں معتدل اور صاف و شفاف منہاج فکر و عمل کی تائید کی۔ کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس کی فصلوں کی سرخیوں سے لگایا جا سکتا ہے۔ ۱۔ مقدمہ' تعریف' بعض الاصول' ۲۔ کلمہ شہادت کے معنی و مفہوم اور فقہی مباحث' ۳۔ جمود' کفر' شرک' ارتداد اور نفاق کا مفہوم' ۴۔ حاکمیت اللہ کا مفہوم اور اس کے مضمرات' ۵۔ حکومت و تشریع اور قانون سازی کے سلسلے میں اخوان کا عقیدہ' ۶۔ عقیدے میں جہل و خطا کے احکام' ۷۔ بعض نظریات کی تردید' ۸۔ اطاعت و اتباع کا شرعی مفہوم اور اعتراضات کا جائزہ' ۹۔ اسلامی حکومت۔ تعریف و تعیین' ۱۰۔

کفر بالطاغوت کا مفہوم' ۱۱۔ قرآن کریم سے براہ راست تعامل اور اجتہاد کی شرائط۔

کتاب کے آخر میں ناشر نے بعض سوالات اور ان کے جوابات کا اضافہ کر دیا ہے۔ یہ سوالات اخوانی حلقوں کی جانب سے قائم کیے گئے تھے جن کے جواب میں شیخ ہضیبی نے فقہ اسلامی کے موقف کی وضاحت کی تھی۔ سوالات یہ تھے:

سوال نمبر ۱: کلمہ شہادت کے اقرار کے ساتھ صحابہ کرامؓ کو خالص اسلامی ماحول میسر آ جاتا تھا۔ اگر وہ اسلامی ماحول آج فراہم نہ ہو سکے تو ضروری ہے کہ اس معاشرے سے آدمی ہجرت کر جائے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ بن الیمانؓ سے فرمایا تھا: "تم مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کی پیروی کرو"۔ پوچھا: اگر کوئی جماعت اور امام نہ ہو؟ آپؐ نے فرمایا: "تو تمام فرقوں سے الگ تھلگ رہو خواہ تمھیں کسی درخت کی جڑ میں پناہ لینی پڑے یہاں تک کہ تمھیں موت آ جائے اور تم اسی موقف پر قائم رہو"۔ اس کی کیا توجیہ ہو سکتی ہے؟

سوال نمبر ۲: کلمہ شہادت کا اقرار کرنے والا کافر نہیں قرار دیا جا سکتا مگر نام نہاد مسلمانوں کے معاشرے کو اسلامی معاشرہ بھی نہیں کہا جا سکتا' اس لیے کہ اس کے بیشتر افعال اسلام کے خلاف ہوتے ہیں۔ ایسے معاشرے کا شرعی حکم کیا ہو گا؟

سوال نمبر ۳: قرآن و سنت میں لفظ "جاہلیت" کا استعمال کن متعین معنوں میں ہوا ہے؟ کیا آج کے نام نہاد مسلم معاشرے کو جاہلی معاشرہ کہا جا سکتا ہے؟

سوال نمبر ۴: اگر اسلام کا نام لینے والی حکومت ہو تو الجماعۃ کا کردار کیا ہو گا اور اس کے وجود کی شرعی حیثیت کیا ہو گی؟

سوال نمبر ۵: دین میں "اکراہ" کی مزید وضاحت درکار ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ داعیان دین کے لیے بحیثیت جماعت رخصت پر عمل کرنا درست نہیں ہے؟

سوال نمبر ۶: کیا بغیر جماعت سے وابستگی اختیار کیے زندگی گزارنا جائز ہے؟ اور کیا جماعت سے خروج' ملت سے خروج کے ہم معنی ہو گا؟ اگر کوئی شخص کسی ایسی تنظیم سے وابستہ ہے جو اپنے پروگراموں میں اسلام سے ہم آہنگی نہیں رکھتی یا وہ تنظیم جماعت اسلام کے خلاف برسرپیکار ہے تو تنظیم سے وابستہ مسلمان کو کیا مسلمان تصور کیا جائے گا؟

سوال نمبر ۷: اگر کسی مسلمان کا ظاہری اور عملی رویہ تمام تر شریعت سے دوری پر مبنی ہو رہا ہو تو کیا اس کا یہ مطلب لینا درست نہ ہو گا کہ اس کے عقیدے میں خرابی موجود ہے؟ (ایضاً' ص ۱۷۳-۱۸۷)۔

اخوانی نوجوانوں کی مبنی بر اعتدال و توازن' تفہیم و تعامل کے ساتھ شیخ ہضیبی نے تنظیم کے اسلامی

تشخص پر آنچ نہ آنے دی اور رنج و محن کے تمام نازک مرحلوں سے گزرنے کے باوجود ملک میں اسلامی اور جمہوری اقدار کی بحالی کے مطالبے پر وہ ڈٹے رہے۔ ۹ ستمبر ۱۹۵۲ کو وزیراعظم جنرل محمد نجیب نے نئی وزارت کی تشکیل کی تو اخوان کے تین وزیروں کو اس میں شامل کرنے کی پیش کش کی۔ مکتب الارشاد (اخوان کی مجلس شوریٰ) نے اسے مسترد کر دیا۔ دراصل شیخ ہضیبی ایسی حکومت میں شامل ہونے کے لیے تیار نہ تھے جس میں اصل اختیارات حکومت کو نہیں بلکہ فوجی انقلابی قیادت کو حاصل ہوں۔ اخوان نے حکومت سے باہر رہ کر تمام اچھے کاموں میں اس کی تائید کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے ملک میں اسلامی نظام کے احیا کا مطالبہ بھی دہرانا شروع کر دیا۔ اخوان کے اخبار المسلمون نے اگست ۱۹۵۲ کے شمارے میں احکام اسلامی کی تنفیذ اور پورے ملک میں اسلامی اخلاق و ثقافت کی ترویج پر ایک زبردست مضمون شائع کیا۔ ۱۶ جنوری ۱۹۵۳ کو انقلابی کونسل نے تمام سیاسی پارٹیوں پر پابندی لگائی تو شیخ ہضیبی نے دور اندیشی سے کام لے کر اس کے خلاف سخت احتجاج کیا اور فوج کا ساتھ دینا مناسب نہ سمجھا۔ ۲۳ جنوری ۱۹۵۴ کو سرکاری پارٹی "ہیئتہ التحریر" کے مسلح سواروں نے فائرنگ کر دی جس کا جواب طلبہ نے بھی ترکی بہ ترکی دیا۔ پھر کیا تھا اسے بہانہ بنا کر ۱۳ جنوری ۱۹۵۴ کو اخوان المسلمون کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا۔ یکم ستمبر ۱۹۵۴ کو برطانیہ سے معاہدۂ انخلا پر دستخط ہوئے تو اخوان نے اسے مسترد کر دیا۔ ۲۶ اکتوبر ۱۹۵۴ کو جمال عبدالناصر پر قاتلانہ حملہ ہوا جس کا الزام اخوان پر لگایا گیا اور اس کے کارکن گرفتار کر لیے گئے۔ مصر کے مشہور اخبار المصری کے مدیر احمد ابو الفتح کا بیان ہے کہ چند ہفتوں کے اندر اندر گرفتار ہونے والوں کی تعداد ۵۰ ہزار تک پہنچ گئی۔ آخر کار ۷ نومبر ۱۹۵۴ کو فوجی عدالت نے چھ ممتاز اخوانی رہنماؤں کو صفائی کی سہولت مہیا کیے بغیر سزائے موت دے دی۔ وہ چھ رہنما یہ تھے:

۱۔ عبدالقادر عودہ، نائب مرشد عام، ۲۔ شیخ محمد فرغلی، مکتب الارشاد کے رکن رکین، ۱۹۵۱ میں معرکہ سویز میں اخوانی دستوں کے کمانڈر، جن کے سر کی قیمت انگریزی فوج کی ہائی کمان نے ۵ ہزار پونڈ مقرر کی تھی۔ ۳۔ یوسف طلعت، شام کی تنظیم کے نگران اعلیٰ، ۴۔ ابراہیم الطیب، قاہرہ زون کی خفیہ تنظیم کے سربراہ، ۵۔ ہنداوی دویر ایڈوکیٹ، ۶۔ عبداللطیف۔

سزا پانے والے ان مجرموں میں مرشد عام شیخ ہضیبی کا نام بھی شامل تھا مگر ان کی درازی عمر کی وجہ سے یہ سزا عمر قید میں تبدیل ہو گئی۔

مارچ ۱۹۶۴ میں مصر میں ہنگامی حالت کے خاتمے کا اعلان ہوا تو تمام سیاسی قیدی رہا کر دیے گئے جن میں اخوان بھی شامل تھے مگر جمال عبدالناصر نے ایک ہی سال کے بعد پھر دار و گیر کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جولائی ۱۹۶۵ میں حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش کے الزام میں تقریباً ۲۰ ہزار سے ۵۰ ہزار تک اخوان جیلوں میں

ٹھونس دیے گئے جن میں ۷۰۰ سے ۸۰۰ تک خواتین بھی شامل تھیں۔ ان گرفتار شدگان میں مرشد عام کے علاوہ سید قطب اور ان کے بڑے بھائی محمد قطب اور دو بہنیں حمیدہ قطب اور امینہ قطب بھی اس اعزاز کی مستحق قرار پائیں۔ مرشد عام کو ۳ سال کی قید بامشقت کی سزا سنائی گئی، جب کہ سید قطب کو ۲۵ اگست ۱۹۶۶ کو پھانسی کی سزا دے دی گئی۔ خود مرشد عام کی صحت اب کافی خراب رہنے لگی تھی۔ قید سے رہا ہونے کے بعد وہ اپنی توانائی اور قوت بحال نہ کر سکے۔ آخرکار ۱۹۷۳ء میں وہ بھی شہیدان راہ وفا میں شامل ہو گئے۔

شیخ ہضیبی کی زندگی میں اخوان المسلمون بڑے نازک اور زہرہ گداز مرحلوں سے دوچار ہوئی مگر مرشد عام کی فراست، بصیرت، ایمان اور استقامت اور صبر و رضا کی خصوصیات نے تنظیم کے پائے ثبات میں لغزش نہ آنے دی۔ انھی صبر آزما لمحات میں سے ایک تاریخ ساز لمحہ وہ بھی تھا جب قیادت کی ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے کے بعد آپ نے مکتب الارشاد (مجلس شوریٰ) کا انتخاب کرایا اور بعض ارکان کے طرز عمل سے آپ کو شکایت ہوئی مگر آپ نے اظہار نکیر نہ کیا۔ جمال عبدالناصر کی شہ پاکر ایک رکن عبدالرحمٰن سندی نے بغاوت کا طبل بجا دیا اور تحریک کو دو ٹکڑوں میں بانٹنے کی سازش کی مگر اس کی دال نہ گلی تو اس نے فوجی نوجوانوں کی مدد سے رات کو مرشد عام کے گھر پر ہلہ بول دیا۔ ٹیلی فون کی تاریں کاٹ دیں اور شیخ کو زبردستی گاڑی میں بٹھا کر لے گئے۔ کسی دور دراز مقام پر لے جا کر بندوق کی نوک پر آپ سے مطالبہ کیا کہ اخوان کی قیادت سے استعفیٰ دے دیں۔ ان کم عقلوں کو پتا نہ تھا کہ اس اوچھی حرکت سے مرشد عام دباؤ میں آنے والے نہیں۔ اس چال میں ناکامی کے بعد عبدالرحمٰن سندی نے ۴۰ مسلح افراد کے ذریعے مرکزی دفتر پر قبضہ جمالیا اور رات بھر وہاں براجمان رہے۔ مقصد اشتعال پیدا کر کے باہمی تصادم کے لیے راہ ہموار کرنا تھا مگر مرشد عام کی فراست اور ایمانی ذکاوت نے ایک بہت بڑے بحران کو ٹال دیا۔

یہی بات یہ ہے کہ شیخ ہضیبی کی پوری زندگی ان کے اس معروف قول کی ترجمان تھی:

اِقِیمُوا دولةَ القرآن فی اِنفسِکم تقُم فی اِرضِکم

(قرآن کی حکومت اپنے دلوں میں قائم کرلو، زمین پر یہ خود بخود قائم ہو جائے گی)۔

(جاری)

حواشی و تعلیقات

(۱) شیخ عبدالرزاق (۱۸۸۸ء-۱۹۶۶ء) مصری شریعہ کورٹ کے جج، مختلف فیہ مصنف، جن کی معروف زمانہ کتاب الاسلام واصول الحکم بحثٌ فی الخلافة والحکومة فی الاسلام قاہرہ سے پہلی بار ۱۹۲۵ء میں

شائع ہوئی اور عالم عرب میں شدید مخالفت و اضطراب کا سبب بنی۔ علما ازہر کی مجلس اعلیٰ نے اس کتاب پر پابندی لگا دی اور اس کے مصنف کو جج کے عہدہ سے معزول ہونا پڑا۔ مصنف مصر کی المیناولایت کے ایک گاؤں ابو جرج کے ایک مشہور زمین دار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ جامعہ ازہر اور آکسفورڈ یونی ورسٹی سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد المنصورہ شریعہ کورٹ میں جج مقرر ہوئے۔ اپنے بھائی کی خدمات اور زندگی پر شیخ نے من آثار مصطفیٰ عبدالرزاق کی ترتیب کی جو قاہرہ سے ۱۹۵۷ میں شائع ہوئی۔ ان کی تیسری تصنیف الاجماع فی الشریعة الاسلامیة قاہرہ ہی سے ۱۹۴۷ میں شائع ہوئی۔

(۲) ڈاکٹر طٰہٰ حسین (۱۸۸۹ـ۱۹۷۱) مصر کے ناول نگار، ادیب اور متجدد بالائے مصر کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں آنکھوں کی بینائی سے محروم ہو گئے۔ ۱۹۰۲ میں ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد قاہرہ آئے اور جامعۃ الازہر میں داخلہ لے لیا مگر جلد ہی وہاں سے نکل کر قاہرہ یونی ورسٹی پہنچ گئے جہاں سے ۱۹۱۴ میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے یورپ کا سفر کیا اور ۱۹۱۹ میں پیرس سے دوبارہ ڈاکٹریٹ کیا۔ وہیں ایک فرانسیسی خاتون سوزان سے شادی کر لی۔ ۱۹۵۰ سے ۱۹۵۲ کے سالوں میں وزارت تعلیم کے ایک مشیر اور پھر باقاعدہ وزیر تعلیم کی حیثیت میں انھوں نے مغربی تعلیمی نظام کی روشنی میں تعلیمی اصلاحات کے اقدامات کیے۔ طٰہٰ حسین کی اصل شہرت ان کی ادبی و تنقیدی تخلیقات اور متنازع افکار و نظریات کی وجہ سے ہوئی۔ الشعر الجاھلی کے علاوہ ان کی ایک اختلافی کتاب مُستقبل الثقَّافَة فی مصر بھی ہے جس میں مغرب کی تقلید پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ خود نوشت الایام کو عربی ادب میں ممتاز مقام حاصل ہوا۔

(۳) قاسم امین (۱۸۶۳ـ۱۹۰۸) مصر کے معروف ادیب اور سماجی مصلح جنھیں محرر المراۃ (عورتوں کو آزادی دلانے والا) کا خطاب دیا گیا۔ ایک گاؤں طرہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد امیر الای محمد بک امین کے ساتھ اسکندریہ منتقل ہو گئے اور وہیں قاہرہ میں تعلیم و تربیت مکمل ہوئی۔ فرانس سے قانون میں ڈگری حاصل کی۔ ۱۸۸۵ میں وطن واپس ہوئے اور ملازمت اختیار کر لی۔ قاہرہ میں وفات ہوئی۔ ان کی دونوں کتابوں تحریر المراۃ اور المراۃ الجدیدۃ نے مصر میں بڑا ہنگامہ برپا کیا۔ ان کی ایک اور تصنیف کلمات قاسم بک امین بھی طبع ہو چکی ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے سطوت ریحانہ، قاسم امین کی سماجی اور ادبی خدمات، اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی، ۱۹۹۷۔

(۴) سید محمد بن صفدر جمال الدین افغانی (۱۸۳۸ـ۱۸۹۷) افغانستان کے شہر اسعد آباد میں پیدا ہوئے اور کابل میں پروان چڑھے۔ یورپ، ایشیا اور عالم اسلام کا دورہ کیا اور وہاں اصلاح و بیداری کی روح پھونکی۔ شیخ محمد عبدہ کے ساتھ مل کر پیرس سے ۱۸۸۴ میں العروۃ الوثقیٰ جاری کیا۔ عربی، فارسی، ترکی اور سنسکرت

زبانوں کے ماہر تھے۔ فرانسیسی' انگریزی اور روسی زبانیں بھی سیکھی تھیں۔ آپ کی کتابیں تاریخ الافغان' رسالہ الرد علی الدھریین طبع ہو چکی ہیں۔ محمد پاشا مخزومی نے آپ کی بیشتر آرا و نظریات کو خاطرات جمال الدین الافغانی میں جمع کر دیا ہے۔ محمد سلام مدکور کی جمال الدین الافغانی باعث النھضة الفکریة فی الشرق' آپ کی زندگی اور مشن کا اچھا تجزیہ کرتی ہے۔

(۵) سید محمد رشید رضا (۱۸۶۵ـ۱۹۳۵) طرابلس کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مکتب میں حاصل کرنے کے بعد شیخ حسین الجسر (م ۱۹۰۹) کے مدرسے سے جدید علوم اور اسلامیات کی تکمیل کی۔ یہاں ترکی اور فرانسیسی زبانیں سیکھنے کا بھی موقع ملا۔ امام غزالی اور امام ابن تیمیہ سے آغاز ہی سے مستفید ہوتے رہے۔ انیسویں صدی کے اواخر میں مصر میں برپا سلفی اصلاحی تحریک سے وابستہ ہو گئے۔ ۱۸۹۷ میں محمد عبدہ سے وابستگی اختیار کرلی۔ ۱۸۹۸ میں قاہرہ سے اپنا رسالہ المنار جاری کیا جو ان کی وفات تک پابندی سے نکلتا رہا۔ آپ کے افکار کا مرکزی نکتہ اسلام کا تصور خلافت ہے۔ اس موضوع پر آپ نے الخلافة او الامامة العظمیٰ تحریر کی اور اس نظام کے احیا کے لیے عملی جدوجہد کی۔ استاذ عبدہ کی تفسیر قرآن جو تفسیر المنار کے نام سے معروف ہے' ۱۲ جلدوں کی ترتیب و تدوین آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ تین جلدوں میں تاریخ الاستاذ الامام الشیخ محمد عبدہ' نداء للجنس اللطیف' الوحی المحمدی' یسر الاسلام واصول التشریع العام' الوھابیون والحجاز' شبھات النصاریٰ وحجج الاسلام آپ کی اہم کتابیں ہیں۔

(۶) مفتی محمد عبدہ (۱۸۴۹ـ۱۹۰۵) مصر کے ایک گاؤں شنرا میں پیدا ہوئے۔ بحیرہ کے محلہ نصر میں پروان چڑھے۔ تعلیم الجامع الاحمدی طنطا اور پھر جامعہ الازہر میں ہوئی۔ جریدہ الوقائع المصریة کی ادارت بھی کی۔ فرانسیسی زبان بھی سیکھی۔ برطانوی احتلال کے بعد عرابی انقلاب میں پیش پیش رہے۔ تین ماہ گرفتار رہے پھر جلاوطن کر دیے گئے۔ ۱۸۸۴ میں العروة الوثقی پیرس سے نکالا۔ ۱۸۸۸ میں وطن واپس ہوئے اور بعد میں دیار مصریہ کے مفتی مقرر ہوئے۔ اسکندریہ میں آپ کی وفات ہوئی۔ نامکمل تفسیر القرآن الکریم کے علاوہ رسالة التوحید' رسالة الواردات ' الاسلام والنصرانیة مع العلم والمدنیة وغیرہ آپ کی اہم تصنیفات ہیں۔

(۷) مصطفیٰ صادق الرافعی (۱۸۸۱ـ۱۹۳۷) مصر کے ادیب' شاعر اور اسلامی مصنف کی پیدائش بہتیم میں اور وفات طنطا میں ہوئی۔ کلاسیکی اسلوب نگارش کے ماہر اور دور جدید کے جاحظ سمجھے جاتے ہیں۔ مصر میں قدیم و جدید اور اسلام و مغرب پرستی کی کش مکش میں وہ اسلام کے ترجمان اور وکیل تصور کیے جاتے ہیں۔ اس ضمن میں اعجاز القرآن والبلاغة والنبویة اور تحت رایة القرآن ان کی معروف تصانیف ہیں۔ طہ

حسین کی الشعر الجاهلی کا جواب بھی آپ نے المعرکة کے نام سے دیا۔ آپ کی دیگر تصنیفات میں تین اجزا میں دیوان شعر ' دو حصوں میں تاریخ' آداب العرب' رد علی العقاد' تین حصوں میں وحی القلم کافی مشہور ہیں۔ محمود ابو ریہ نے رسائل الرافعی کے نام سے آپ کے ادبی و سیاسی رسائل کو جمع کر دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے محمد سعید العریان کی حیاة الرافعی۔

(۸) محمد فرید وجدی (۱۸۷۸ـ۱۹۵۴) مصر کے نامور محقق اور ماہر انشا پرداز' اسکندریہ میں پیدائش ہوئی۔ وہیں پروان چڑھے۔ کچھ دنوں تک دمیاط میں بھی رہے جہاں ان کے والد وکیل محافظ تھے۔ پھر والد ہی کے ساتھ سوئز کے علاقہ میں منتقل ہو گئے اور وہاں سے مجلّہ الحیاة نکالا۔ وہیں سے ۱۸۹۹ میں الفلسفة الحقة فی بدائع الاکوان بھی شائع کیا۔ فرانسیسی زبان میں تطبیق الدیانة الاسلامیة علی نوامیس المدنیة ' لکھی اور خود ہی عربی میں اس کا ترجمہ اسی نام سے شائع کیا لیکن اگلی اشاعت میں عربی نام بدل کر المدنیة والاسلام رکھ دیا۔ قاہرہ میں دیوان الاوقاف میں معمولی ملازمت بھی کی۔ اس کے بعد روزنامہ الدستور اور پھر ہفت روزہ الوجدیات بھی جاری کیا۔ دس جلدوں میں دائرة معارف القرن الرابع عشر' العشرین ' مرتب کی جو اہم علمی اور تحقیقی کارنامہ ہے۔ قرآن پاک کی مختصر تفسیر صفوة العرفان کے نام سے لکھی۔ قاسم امین کی المراة الجدیدة کے جواب میں المراة المسلمة تحریر کی اور اسلام کا مدلل دفاع کیا۔ اسی نوعیت کی آپ کی دوسری کتاب نقد کتاب الشعر الجاهلی لطهٰ حسین بھی معروف ہے۔ ۲۰ سالوں سے زائد عرصے تک مجلّہ الازہر کی ادارت کی۔ قاہرہ میں آپ کا انتقال ہوا۔

(۹) محب الدین الخطیب (۱۸۸۶ـ۱۹۶۹) دمشق میں پیدا ہوئے۔ اور پھر وہیں آستانہ میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۲۴ھ میں دمشق میں النہضة العربیة انجمن کی بنیاد ڈالنے میں آپ بھی شامل تھے۔ صنعاء منتقل ہوئے تو ترکی کے مترجم کی حیثیت میں کام کیا۔ ۱۹۰۸ کے عثمانی دستور کے اعلان کے بعد دمشق واپس آ گئے۔ ۱۹۰۹ میں المؤید قاہرہ کی ادارت میں بھی ہاتھ بٹایا۔ ۱۹۱۶ میں عرب انقلاب کا اعلان ہوا تو اس کی حمایت کی۔ جریدہ القبلة کی ادارت سنبھالی تو اس کے ذریعے آزادی کی روح پھونکی۔ چنانچہ عثمانی حکومت نے غائبانہ میں ان کو پھانسی کی سزا سنائی۔ دمشق سے عثمانیوں کے انخلا کے بعد ۱۹۱۸ میں وہ واپس آ گئے اور جریدہ العاصمة کی ادارت کی۔ ۱۹۲۰ میں وہاں فرانسیسیوں کے داخلے کے بعد وہ قاہرہ چلے گئے اور وہاں مجلّہ الزهراء اور الفتح نکالا۔ جمعیة الشبان المسلمین کے اولین بانیوں میں سے تھے۔ ۶ برس تک مجلّہ الازہر کے مدیر رہے۔ المکتبة السلفیة قائم کر کے متعدد کلاسیکی عربی کتابیں طبع کیں۔ مشہور تصانیف یہ ہیں: اتجاه الموجات البشریة فی جزیرة العرب' تاریخ مدینة الزهراء بالاندلس' ذکری موقعة حطین' الازهر ماضیه وحاضره والحاجة الی اصلاحه الرعیل الاول فی الاسلام وغیرہ۔

(۱۰) شیخ حسن البنا کی مظلومانہ شہادت کے بعد اخوان کی اعلیٰ صفوں میں بڑی قد آور شخصیات قیادت کے لیے موجود تھیں اور وہ سب مرشد عام کے منصب کے لیے موزوں تھیں، صالح عشماوی ایڈووکیٹ، استاذ عبدالرحمٰن البنا (حسن البنا کے حقیقی بھائی)، عبدالحکیم عابدین (سیکرٹری جنرل اخوان)، استاذ الباقوری (عالم دین) وغیرہ۔ ارکان نے آپس میں قیادت کے مسئلے پر غیر رسمی گفتگو شروع کی۔ آخرکار بحث کے دوران استاذ منیر الدلہ نے جو اس وقت پارلیمنٹ کے رکن تھے، ایک تجویز پیش کی اور دو اہم ارکان استاذ فرید عبدالخالق اور استاذ صالح ابو رقیق نے حمایت کی۔ تجویز یہ تھی کہ اخوان کی جانی پہچانی شخصیتوں کے بجائے ایسا کارکن اس منصب کے لیے منتخب ہو جو ایک تو عدلیہ میں سے ہو اور دوسرے زیادہ مشہور نہ ہو۔ چنانچہ ۱۹۵۲ میں استاذ صالح عشماوی کے مکان پر اخوان کی مجلس تاسیسی کے ارکان نے متفقہ طور پر استاذ حسن الھضیبی کو دوسرا مرشد عام چن لیا اور ان کے ہاتھ پر سب نے بیعت کی۔ دیکھیے السید عمر تلمسانی، الشرق الاوسط میں عصام الغازی کے ذریعہ لیے گئے انٹرویو کی سلسلہ وار قسطیں، اردو ترجمہ حافظ محمد ادریس، یادوں کی امانت، البدر پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۶، ص ۲۰۴-۲۰۵۔

(۱۱) جماعة التكفير والهجرة مصر کی ایک انقلابی اور تشدد پسند جماعت، جس نے جولائی ۱۹۷۷ میں وزیر اوقاف شیخ محمد حسین ذہبی کو قتل کیا۔ یہ لوگ اپنے کو جماعۃ المسلمین کہتے ہیں مگر پریس نے انھیں مندرجہ بالا نام دیا۔ جس کا مطلب ہے کہ نام کے مسلمانوں کو انھوں نے کافر قرار دیا اور سچے مسلمانوں پر نام نہاد مسلم معاشرے سے ہجرت کر جانے کو واجب کہا۔ اس جماعت کے رہنما شکری احمد مصطفیٰ (پیدائش ۱۹۴۲) کو شیخ ذہبی کے قتل کے الزام میں ۲۹ مارچ ۱۹۷۸ کو چند دوسرے مجرموں کے ساتھ تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ شکری کا فتویٰ تھا کہ تمام مسلمان معاشرے غیر مسلم معاشرے ہیں، صرف اس جماعت کے ارکان سچے مسلمان ہیں۔ نیز پورا فقہی سرمایہ قابل رد ہے کیونکہ یہ محض انسانی کوششوں کا مجموعہ ہے۔ حدیث کی جمع و تدوین کا پورا ذخیرہ اس جماعت کے نزدیک مردود ہے۔ یہ کلاسیکی ادبیات اور امہات کتب کو دریا برد کر دینے کی تائید کرتی ہے۔ یہ بات بڑی دلچسپ ہے کہ مصری انٹیلی جنس نے وہاں کی اسلامی تحریکوں کو کچلنے کے لیے جماعة التكفير کے نوجوانوں کو آلہ کار بنایا۔ کیونکہ اس جماعت کے نقطہ نظر کے مطابق یہ تمام اسلامی تحریکیں مرتد اور واجب القتل تھیں کیونکہ وہ اسلامی فقہ کی تنفیذ کا مطالبہ کر رہی تھیں۔ چنانچہ مصری حکومت نے اسلامی قائدین اور نوجوانوں کو اس جماعت کے واسطہ سے چن چن کر قتل کیا (ثروت صولت، ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ، ج ۴، ص ۱۳۲، ۱۳۲-۱۳۴، خلیل احمد حامدی، حوالہ بالا، ص ۱۲۷)۔